مرزا مقبول بیگ بدخشانی

ایران میں مختلف ادوارِ حکومت کے بانی

دیوکس (۷۰۸ تا ۶۵۵ ق۔م)

ایرانِ قدیم کی پہلی حکومت آلِ ماد نے ۷۰۸ ق م میں تاسیس کی تھی۔ اس کا موسس دیوکس (DIOKES) نامی ایک شخص تھا۔ دیوکس کا مختصر سا حال لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان آریائی نژاد لوگوں کا ذکر کر دیا جائے جنھیں آلِ ماد کہا جاتا ہے۔

آلِ ماد ایران کے قدیم ترین باشندے تھے، جو آریائی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ لوگ وسط ایشیا سے نکل کر چراگاہوں کی تلاش میں سمرقند اور بخارا آئے لیکن یہاں کے حالات ان کے لیے ساز گار نہ تھے اس لیے ان کا ایک گروہ شمالی ایران کے علاقہ میڈیا میں داخل ہوا جس میں آذربائیجان، عراقِ عجم اور کردستان کا کچھ علاقہ شامل تھا۔ آریاؤں کا ایک اور گروہ مشرقی ایران سے ہوتا ہوا جنوبی ایران کے علاقہ پارس میں آبسا۔

آلِ ماد چھ قبیلوں پر مشتمل تھے۔ یہ لوگ شروع شروع میں ریوڑ چراتے تھے اور یہی ان کی گزراوقات کا ذریعہ تھا۔ پھر انھوں نے کھیتی باڑی کو اپنا پیشہ بنا لیا۔ یہاں بھی انھیں چین نصیب نہ ہوا کیونکہ اہلِ آسور یہ ان پر حملے کرتے اور ان کے مویشی زبردستی ہانک کر لے جاتے تھے۔ آخر آلِ ماد کے قبائل نے آسوریوں کو مستقل طور پر باج ادا کرنے کی شرط پر ان سے مصالحت کر لی۔

دیوکس آلِ ماد کے ایک قبیلے کا فرد تھا۔ یہ فراورٹس (Phraortes) کا بیٹا تھا جو قبیلے کے دوسرے دہقانوں کی طرح کھیتی باڑی کرتا تھا۔ دیوکس سن شعور کو پہنچا

تو اس کی ذہانت اور انصاف پسندی کی شہرت سب قبائل میں پھیلی۔ آل ماد اپنے مسائل کے حل کے لیے اس کے پاس آنے جانے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد اس بہانے سے کہ لوگ اکثر اس کے پاس آتے ہیں اور وہ ہر شخص کے معاملات پر شخصاً توجہ نہیں دے سکتا، اس نے خلوت نشینی اختیار کر لی۔ اب یہ لوگ ایک ثالث بالخیر سے محروم ہو گئے، جو باہمی جھگڑوں کو منصفانہ طور پر طے کرانا، چوری چکاری کا سدِ باب کرتا اور بدامنی کو روکنے میں مدد دیتا تھا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک میں طرح طرح کے فتنے سر اٹھانے لگے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر لوگوں نے فیصلہ کیا کہ آلِ ماد میں سے کسی کو اپنا بادشاہ بنا لیا جائے، جو ملک میں امن و امان قائم رکھے اور آسوریوں کے حملوں پر ملک کی مدافعت بھی کر سکے۔ دیوکس کے تدبر اور انصاف پسندی سے وہ پہلے سے آگاہ تھے اس لیے سب نے متفقہ طور پر اسے اپنا بادشاہ منتخب کر لیا۔ اس طرح ایران کے قدیم خاندان آلِ ماد کی حکومت قائم ہوئی۔

بعض تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ دیوکس کی کوئی تاریخی شخصیت نہ تھی لیکن مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس نے اس کی تاریخی حیثیت ہونے کا ذکر کیا ہے جسے بحوالہ حسن برنیا ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

دیوکس نے بادشاہ منتخب ہونے کے بعد سب سے پہلے ذاتی حفاظت کے لیے فوج منظم کی۔ اس اہم کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ملک کا ایک مستحکم دارالسلطنت بنایا جائے جس پر سب نے اتفاق کیا اور اس غرض کے لیے ہمدان کو منتخب کیا گیا۔

ہمدان کو آسوری تذکروں میں آمدانہ لکھا گیا ہے۔ ہخامنشی عہد کے کتبوں میں ہمدان بصورت "ہگمتان" ملتا ہے۔ یونانی اسے اکباتان لکھتے ہیں :۔ ہمدان کوہ الوند کے دامن

---

(۱) ایرانِ قدیم، ص ۴۱

میں واقع ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے بارہ ہزار فٹ اور شہر ہمدان کی سطح سے چھ ہزار فٹ بلند ہے۔ اس کے مستحکم محل وقوع کے پیش نظر اسے دارالسلطنت بنانے کے لیے انتخاب کیا گیا تھا۔

یہاں شاہی محل تعمیر ہوا جس کے سات قلعے تھے۔ ہر قلعہ کے اردگرد ایک مضبوط دیوار بنائی گئی، جو دوسرے قلعے سے ملحق تھی۔ آخری دیوار تمام دیواروں کے اردگرد تعمیر کی گئی تھی۔ بادشاہ کا محل آخری قلعے کے اندر تھا۔ ان سات دیواروں کے رنگ جدا جدا تھے۔ بیرونی دیوار کا رنگ سفید، دوسری کا سیاہ، تیسری کا گہرا سرخ، چوتھی کا آبی، پانچویں کا ہلکا سرخ، چھٹی کا روپہلی اور ساتویں کا سنہری تھا۔ اس قسم کی رنگ آمیزی کو اہل بابل سات سیاروں کی علامات سمجھتے تھے۔ چنانچہ نمرود کے معبد کا برج انہی سات رنگوں سے مزین تھا اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ہمدان کی دیواروں کی رنگ آمیزی میں فکر بابل کو بھی دخل تھا۔ ہیروڈوٹس دیواروں کا حجم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قلعہ ہمدان کی سب سے بڑی دیوار ایتھنز کی دیوار کے برابر تھی جس کے اندر تیس ہزار نفوس مقیم تھے۔

دیوکس نے آسوری بادشاہوں کی تقلید میں شاہی دربار میں حاضری کے لیے خاص آداب مقرر کیے۔ عریضے پیش کرنے کے لیے یہ حکم تھا کہ مقررہ منصب دار کے سپرد کیے جائیں تاکہ وہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے۔ بادشاہ خود ان عرضداشتوں پر غور کرتا اور حکم لکھ کر ان عریضوں کو لوٹا دیتا۔ کسی جرم کے موقع پر مجرم کو دربار میں پیش کیا جاتا اور بادشاہ جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دیتا۔

دیوکس کسی کے سامنے نہ آتا تھا خصوصاً ان لوگوں کی نظریں بادشاہ پر نہ پڑ سکتی تھیں جو مرتبے میں کبھی دیوکس کے برابر تھے یا جن کے ساتھ اس نے بچپن گزارا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ نہ دیوکس کو اپنے میں سے سمجھیں نہ دیوکس کی برتری انھیں گراں گزرے۔

دیوکس نے اپنی ۳ ۴ سالہ حکومت میں منتشر قبائل کو متحد اور منظم کیا، جس سے ایک چھ

خوش حالی کے آثار پیدا ہوئے۔ اس عرصے میں آل ماد بدستور آسوریوں کو خراج ادا کرتے رہے نیز سناقرب، بادشاہ آسوریہ کو بابل اور عیلام کی جنگوں سے فرصت بھی نہ ملی کہ ایران کے اس کوہستانی علاقے پر لشکر کشی کرتا اس لیے ملک میں مکمل امن وسکون قائم رہا۔

آلِ ماد کی حکومت کا موسس دیوکس اپنے جانشینوں کے لیے ایک پرامن اور مستحکم حکومت قائم کرکے ۶۵۵ ق م میں دنیا سے رخصت ہوا۔

کوروشِ اعظم، دورِ ہنخامنشی کا بانی

(۵۵۰ تا ۵۲۹ ق م)

آلِ ماد کا آخری بادشاہ آستیاگس (Astyages) تھا۔ جب یہ تخت نشین ہوا، آلِ ماد کی حکومت مغربی ایشیا کی عظیم ترین حکومت سمجھی جاتی تھی۔ آستیاگس کے پیشرو کیاکسارا (Cyaxares) نے آلِ ماد کی حکومت کا جاہ وجلال اس حد تک بڑھایا تھا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ اس حکومت کے استحکام میں کبھی فرق آئے گا لیکن یہ استحکام زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور ۵۵۰ ق م میں کوروشِ اعظم نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

سائیکس[۱] لکھتے ہیں کہ آستیاگس لائق باپ کا نااہل فرزند تھا۔ اس کا بیشتر وقت سستی اور کاہلی کی نذر ہوتا تھا۔ وہ انتہائی فضول خرچ شخص تھا۔ اس کی توجہ زیادہ تر دربار کے ظاہری شان وشکوہ پر ہی مرکوز رہی۔ درباریوں کے لیے قرمزی رنگ کی قیمتی پوشاکیں بنوائی گئیں جن کے کالروں پر زردوزی کا کام ہوتا تھا اور پہلو کے ساتھ طلائی زنجیریں معلق رہتی تھیں۔ شاہی رسوم بڑے ٹھاٹھ سے ادا کی جاتی تھیں۔ کاہنوں اور جادوگروں کو دربارِ شاہی میں بڑی

---

(۱) ہسٹری آف پرشیا، جلد اول ص ۱۳۱

اہمیت حاصل تھی۔ ان کے اقوال پر بادشاہ کا بڑا اعتقاد تھا۔ بادشاہ کا سب سے بڑا مشغلہ شکار تھا۔ اس لیے شکاری جانوروں کی پرورش کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ دربار کے اخراجات اتنے بڑھ گئے تھے کہ امرا وعوام انھیں سخت ناپسند کرتے تھے۔ ملک میں بے اطمینانی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ غالباً یہی وجوہ تھیں کہ کوروشِ اعظم نے آنزان (Anshan) کی حقیر سی ریاست سے اٹھ کر جب میڈیا پر حملہ کیا تو اس نے بآسانی اس عظیم مملکت پر فتح حاصل کر لی۔

کوروشِ اعظم آلِ ماد کی طرح آریائی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ آریائی قبائل مشرقی ایران سے ہوتے ہوئے جنوبی ایران یعنی پارس کے علاقے میں آباد ہو گئے۔ ان قبائل کی ایک شاخ ہخامنشی کہلاتی تھی۔ یہ ہخامنشی عین اس وقت پارس سے نکل کر عیلام جا پہنچے جب وہاں کی حکومت کو آسوربانی پال نے ختم کیا۔ یہاں ہخامنشیوں نے عیلام کی نئی حکومت کو شکست دے کر ہخامنشی حکومت قائم کی اور شوش کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔ کوروشِ اعظم کا تعلق انہی قبائل کے ساتھ تھا۔

کوروشِ اعظم سے پہلے ہخامنشی خاندان کے تین بادشاہ تیس پس (Theispes) کوروشِ اول اور کمبوجیہ (Cambyses) آنزان کے حکمران ہوئے۔ کوروشِ اعظم جس نے ایران میں ہخامنشی دور کی تاسیس کر کے دنیا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا کوروشِ دوم ہے۔

قدیم زمانے میں جس شخص نے بھی نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی، اس کی پیدائش اور زندگی کے متعلق عموماً طرح طرح کی داستانیں مشہور ہوتی رہیں۔ کوروشِ دوم کے حالات پر بھی داستانوں کا دھندلکا چھایا ہوا ہے۔ ایک داستان مشہور یونانی مورخ ہیرو ڈوٹس نے بیان کی ہے جس کا اختصار ڈاکٹر ہادی ہدایتی کے حوالے سے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

---

(۱) مصنف کوروش کبیر ص ۱۷

آخری ماد بادشاہ آستیاگس نے ایک رات خواب دیکھا کہ "اس کی بیٹی ماندان کے بطن سے ایک درخت پیدا ہوا ہے جس پر پتوں کی بجائے پر و بال ہیں اور اس درخت کا سایہ پورے ایشیا پر پڑ رہا ہے۔ بادشاہ نے کاہنوں سے خواب کی تعبیر پوچھی۔ انھوں نے یہ تعبیر پیش کی کہ ماندان کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہوگا وہ آلِ ماد کی حکومت ختم کر کے پورے ایشیا پر مسلط ہو جائے گا۔

ماندان کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا تو آستیاگس کو خواب کی تعبیر یاد آگئی جس سے وہ سخت گھبرایا۔ اور اسے ٹھکانے لگانے کے لیے اپنے ایک محرم راز شخص ہارپاگوس کے سپرد کر دیا۔ ہارپاگوس بادشاہ کے حکم سے سرتابی تو نہ کر سکتا تھا لیکن اس کے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھوں کو رنگین بھی نہ کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لیے اس نے نوزائیدہ بچے کو ایک گڈریے کے سپرد کر دیا جس کا نام متزادائس (Mitradates) تھا۔ گڈریے کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اور جو ہوتی وہ زندہ نہ بچتی تھی۔ گڈریا بچے کو لے کر گھر آیا۔ اسی رات اس کی بیوی نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا تھا۔ جب اسے پتا چلا کہ اس کا شوہر کسی بچے کو ہلاک کرنے کے لیے لایا ہے تو اس سے کہا کہ بچے کو ہلاک نہ کرے اس کی پرورش وہ خود اپنا بچہ سمجھ کر کرے گی۔ ممکن ہے یہی بچہ زندہ رہ جائے۔ شوہر اس بات پر آمادہ ہوگیا۔ چنانچہ زندہ بچہ رکھ لیا گیا اور مردہ بچہ ہارپاگوس کو دکھا کر یقین دلا دیا گیا کہ ماندان کا نوزائیدہ بچہ مار دیا گیا ہے۔

گڈریے کی بیوی نے بچے کا نام کوروش رکھا اور اس کی تربیت اپنے بیٹے کی طرح کرنے لگی۔ کوروش بہت ہونہار تھا۔ ایک دن وہ اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ کھیل ہی کھیل میں بچوں نے اسے اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ کوروش نے بادشاہ بن کر اپنے لیے محافظ اور ایلچی مقرر کیے۔ اور حکومت کا کاروبار سنبھالا۔ اس کی اطاعت سب بچوں نے کی لیکن آلِ ماد کے ایک رئیس زادے نے کوروش کا حکم ماننے سے انکار کیا۔ کوروش نے نافرمانی کی اسے سزا دی۔ رئیس زادہ اس سزا پر سخت برافروختہ ہوا اور اپنے والد سے شکایت کی۔ رئیس دربار میں پہنچا اور گڈریے کے بیٹے کی گستاخی کی شکایت کی۔ بادشاہ نے گڈریے کو مع بیٹے کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ دونوں

بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ بادشاہ نے کوروش کو سخت سرزنش کی اور کہا "تم ایک گڈریے کے بیٹے ہو تمھیں یہ جرأت کیونکر ہوئی کہ ایک امیرزادے کو سزا دو۔" کوروش نے بادشاہ کو اپنے بادشاہ بننے کی داستان سنائی۔ اور کہا کسی ملک کا بادشاہ اپنے کسی باغی کو سزا دینے کا مجاز ہے تو بازی گاہ کا بادشاہ اپنے مجرم کو سزا دینے کا مجاز کیوں نہیں۔ بادشاہ اس کی باتیں غور سے سنتا رہا اتنے میں آستیاگس کی نظر اس کی پیشانی پر پڑی اور اس میں اسے خود اپنی شباہت نظر آئی۔ بادشاہ نے امیر کی دلجوئی کر کے اسے رخصت کر دیا اور گڈریے سے پوچھا کہ کیا یہ لڑکا اسی کا ہے۔ گڈریے نے حقیقت کو چھپانا چاہا لیکن بادشاہ کی تعزیر کا خوف غالب آیا اور اس نے ساری سرگزشت من وعن بیان کر دی۔ بادشاہ نے کاہنوں کو بلایا اور ماندان کے بچے کے زندہ ہونے کا حال بتایا اور ان سے خواب کے تباہ کن اثر سے محفوظ رہنے کی تدبیر پوچھی۔ انھوں نے جواب میں کہا "اگر وہ بچہ جس کے مرنے کا حکم بادشاہ نے دیا تھا، اب تک زندہ ہے، تو سمجھ لینا چاہیے کہ اسے خدا کی حمایت حاصل ہے۔ لیکن وہ لڑکا ایک بار بادشاہ بن چکا ہے، اب دوسری مرتبہ اس کے بادشاہ بننے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے بادشاہ کو اب کسی قسم کی تشویش نہ ہونا چاہیے۔" کاہنوں کا یہ جواب سن کر آستیاگس مطمئن ہو گیا لیکن اس کے باوجود ہارپاگوس کی حکم عدولی پر اسے سخت غصہ تھا۔ چنانچہ اس نے ہارپاگوس کے بیٹے کو ہلاک کرا دیا۔ ہیروڈوٹس نے اس سلسلے میں یہ کراہت آمیز واقعہ بھی لکھا ہے کہ ہارپاگوس کو ایک ضیافت میں خود اسی کے بیٹے کا گوشت کھلا دیا گیا۔ ہارپاگوس کو اس حقیقت کا علم ہوا تو خاموش ہو رہا اور بظاہر اپنی فرماں برداری میں کوئی فرق نہ آنے دیا، لیکن حقیقت میں وہ اپنے بیٹے کا داغ سینے میں لیے ہوئے موقع کا منتظر رہا۔

حالات نے ہارپاگوس کے انتقام کے لیے زمین ہموار کر دی۔ اس کی مختصر سرگزشت یہ ہے کہ پارس کے آریائی قبائل اپنے آپ کو آلِ ماد سے برتر سمجھتے تھے۔ اور ان کی اطاعت کو بادلِ ناخواستہ ہی برداشت کر رہے تھے۔ اب ان کے دلوں میں قومیت کی لہر پیدا ہوئی اور وہ آلِ ماد کا جوا اتار پھینکنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ ادھر آستیاگس کی فضول خرچی، نااہلی اور غفلت شعاری کی وجہ سے

میڈیا کے لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت کے جذبات موجزن ہوگئے، اور اس سے نجات حاصل کرنے کی فکر کرنے لگے۔

ہارپاگوس نے آستیاگس سے انتقام لینے کے لیے کوروش کے باپ کمبوجیہ سے رابطہ قائم کیا جو ریاست انزان کا حکمران تھا۔ اس نے آلِ ماد کی حکومت کے داخلی حالات سے کمبوجیہ کو آگاہ کر دیا۔ کمبوجیہ کی حیثیت ایک معمولی حکمران کی تھی لیکن آلِ ماد کی حکومت کی کمزوری نے اسے حملے کی ترغیب دلائی۔ کوروش اس عرصے میں بارہا اپنی عقل و دانش اور شجاعت سے یہ ثابت کر چکا تھا کہ حکمرانی کی صفات اس میں بدرجۂ احسن موجود ہیں چنانچہ ہمدان پر حملہ کرنے کی مہم اس کے سپرد کی گئی۔

کوروش لشکر کشی کی تیاری کر رہا تھا کہ بابل کا بادشاہ نبونید (Nabonidus) جو آستیاگس کو اپنا دشمن سمجھتا تھا، کوروش کا حلیف بن گیا اور فوجی امداد کی پیش کش کی۔ آستیاگس کو صورتِ حال کا علم ہوا تو اس نے اپنے ہی زخم خوردہ جرنیل ہارپاگوس کو سالارِ لشکر مقرر کر کے فوجی تیاری کا حکم دیا۔

کوروش نے میڈیا پر لشکر کشی کی تو اسے یقین تھا کہ داخلی حالات آستیاگس کو فوراً ہتھیار ڈال دینے پر مجبور کر دیں گے، لیکن خلافِ توقع یہ جنگ تین سال تک جاری رہی اور مختلف مقامات پر لڑی گئی۔ ہارپاگوس پہلی ہی جنگ میں دشمن سے جا ملا تھا۔ آخری حملہ کوروش نے ۵۵۲ ق م میں اصطخر (تختِ جمشید) پر کیا۔ اس موقع پر جو جنگ ہوئی اس میں خود آستیاگس بھی شریک تھا۔ کچھ عرصہ مقابلہ کرنے کے بعد آستیاگس شریک ہوگیا۔ اور اس کی فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔ پارسی آلِ ماد کے دارالسلطنت میں فاتحانہ داخل ہوگئے اور حکومت کے قدیمی خزانے کوروش کے تصرف میں آ گئے۔ کمبوجیہ نے بالآخر میڈیا اور پارس کی حکومت کوروش ہی کو سونپ دی۔ کوروش نے اپنے مورثِ اعلیٰ کے نام پر ہخامنشی حکومت کی تاسیس کی اور اس نے پاسارگد قبیلے کے نام پر پازارگد شہر بسایا جہاں اس نے شاہی محلات تعمیر کرائے اور ان میں جواہرات کے خزانے منتقل

کر دیے جو اسے تخت جمشید کی فتح پر ہاتھ لگے تھے۔ یہ خزانے سکندر اعظم کے حملے پر جوں کے توں محفوظ رہے۔

ہیرا ڈوٹس[1] لکھتے ہیں کہ ماد قبائل نے مغلوب ہو کر پارسی حکمران کا پورا پورا ساتھ دیا اور فاتح کے تمدن کو ترقی دینے کے لیے پارسیوں کو اپنے قوانین سے آشنا کرایا۔ انھیں ابجد کے ۳۶ حروف سکھا کر آریائی زبان سے متعارف کرایا اور خاک رس کی بجائے تحریر کے لیے قلم اور چمڑے کو رواج دیا۔

لیڈیہ کی فتح

لیڈیہ کا بادشاہ آلیات تھا جس کی وفات پر اس کا بیٹا کرزوش (Croesus) اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنے پیشرو کی طرح سلطنت کو وسیع کرنے کی کوشش کی، اور یونانیوں کے مقبوضات جو ایشیائے کوچک میں تھے اپنی قلمرو میں شامل کر لیے۔ سارڈاس کا پایۂ تخت تھا۔ آلِ ماد کا آخری بادشاہ آستیاگس اور آلیات آپس میں قرابت دار تھے اور حلیف بھی تھے اس لیے کرزوش کو کوروش اعظم کی فتح سے تشویش ہوئی لیکن وہ ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کو تیار رہتا۔ اس نے نئی صورتِ حال کے پیشِ نظر اپنا ایلچی تحفے تحائف دے کر اسپارٹا کے بادشاہ کے پاس بھیجا اور اسے فوجی کمک بھیجنے پر آمادہ کر لیا۔ پھر مصر کے حکمران آمازیس (Amasis) اور بابل کے حکمران نبونید کے پاس بھی ایلچی بھیجے اور جیسا کہ یہ حکومتیں بھی آلِ ماد کی شکست سے متاثر ہوئی تھیں، انھوں نے بھی کرزوش سے معاہدۂ دوستی کر لیا۔ اس کے علاوہ ایک ایجنٹ کو زرِ کثیر دے کر یونانی اجیروں کی فوجی خدمات حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ بظاہر صورتِ حال کرزوس کے حق میں تھی لیکن یہ ایجنٹ بھاگ کر ایران پہنچ گیا اور اس سہ گانہ اتحاد کا راز کوروش اعظم کو بتا دیا۔

---

(۱) کوروش کبیر ص ا۵

کوروش نے پیشتر اس کے کہ کرزوش کی مدد کو اس کے اتحادی آتے، لیڈیہ کی طرف پیش قدمی کی۔ ادھر کرزوش نے ایران پر حملہ کرنے کے لیے فوجیں بڑھائیں۔ دونوں بادشاہوں کی پہلی مڈبھیڑ پتریا (Patria) کے دشت میں ہوئی۔ کرزوش کو یہ انتظار تھا کہ اتحادی کمک بھیجیں گے لیکن کمک نہ پہنچ سکی۔ کرزوش اور کوروش کی فوجوں کی جنگ دن بھر ہوتی رہی جس میں اطراف کا بہت جانی اور مالی نقصان ہوا لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ کرزوش نے یہ دیکھ کر کہ اس کی فوج کی تعداد ایرانیوں سے کم ہے پسپا ہو جانا مناسب سمجھا۔ اسے یہ خیال تھا کہ کوروش شدت سرما کی وجہ سے سارد کی طرف پیش قدمی نہیں کر سکے گا اور کرے بھی تو پیچھے سے اسے بابل کی طرف سے حملے کا خطرہ ہوگا۔ اس عرصے میں مصریوں، بابلیوں اور اسپارٹا والوں کے لشکر بھی پہنچ جائیں گے۔

فتح سارد

سارد واپس پہنچ کر کرزوش نے اتحادیوں کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور تقاضہ کیا کہ پانچ ماہ کے عرصے میں کمک لازماً بھیج دی جائے۔ ادھر کوروش نے بابل کے بادشاہ نبونیڈ سے مذاکرات شروع کیے اور ان کے مابین معاہدہ طے ہو گیا۔ کوروش عقبی حملے سے مطمئن ہو کر آگے بڑھا۔ کرزوش اس خیال سے مطمئن ہو بیٹھا تھا کہ ایسے موسم میں جب کہ پہاڑوں کی چوٹیاں برف پوش ہیں، کوروش پیش قدمی نہ کر سکے گا اور موسم سرما کسی محفوظ مقام پر گزارنے پر مجبور ہوگا۔ اس لیے جنگی تیاریوں میں عجلت کی ضرورت محسوس نہ کی یہاں تک کہ یونان کے اجیر سپاہی جو عارضی طور پر رکھے گئے تھے، وہ بھی واپس بھیج دیے۔ لیکن کوروش کی راہ میں نہ برف کے طوفان حائل ہو سکے نہ پہاڑوں کی تنگ گھاٹیاں اسے روک سکیں۔ وہ راستے کی مشکلات کو عبور کرتا ہوا لیڈیہ کی حدود میں آ پہنچا اور سارد کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔ کرزوش کو اچانک کوروش کے آنے کی خبر ملی تو اس کی حیرت اور دہشت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دشمن سر پہ آ پہنچا تھا لیکن موسم بہار سے پہلے اتحادیوں کی طرف سے کمک کے پہنچنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اب اس کے

سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ کروشس غنیم سے جنگ کرنے کے لیے اپنی سوار فوج لے کر میدان میں نکلے چنانچہ سارڈس کی مشرقی سمت ہرمُوس کے میدان میں اطراف کے لشکروں نے صف کشی کی۔ کوروش جانتا تھا کہ لیڈیہ کی سوار فوج کو ایرانی فوج پر برتری حاصل ہے اس لیے اس نے اپنے فوجی جرنیل ہارپاگوس کے مشورے پر عمل کیا اور بار برداری کے اونٹ اگلی صفوں میں لا کھڑے کیے۔ کروشس کے گھوڑے انھیں دیکھ کر بدکے اور بے لگام ہو گئے۔ آخر انھیں گھوڑوں سے اترنا پڑا اور دست بدست جنگ کرنے لگے۔ انھوں نے جم کر مقابلہ کیا لیکن بالآخر ایرانیوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ ایرانیوں نے پے بہ پے حملے کر کے انھیں لپا کر دیا۔ ناچار کروشس کا لشکر سارڈس کے قلعے میں محصور ہو گیا۔ قلعہ بہت محفوظ تھا اور اس کے اردگرد کی فصیل نہایت مستحکم تھی۔ ایک طرف پہاڑ کی چوٹی تھی جو ایک دم بلند ہو گئی تھی اور اس طرف سے گزرنا ممکن نہ تھا اس لیے اس حصے کو مستحکم کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی۔ محاصرہ چالیس دن تک جاری رہا لیکن محصور فوج نے ہتھیار نہ ڈالے۔ کوروش نے صورتِ حال سے متاثر ہو کر اعلان کیا کہ جو ایرانی جاں باز سب سے پہلے قلعے میں داخل ہو گا اسے زرِ کثیر بطور انعام دیا جائے گا۔ آخر ایک دن اتفاق ایسا ہوا کہ محصورین میں سے ایک سپاہی کے سر کا خود پہاڑی کی جانب نیچے گرا اور وہ بڑی تیزی سے دیوار پر سے کُودا اور خود اٹھا کر پھر دیوار پر چڑھ آیا اور قلعہ میں اتر گیا۔ ایک ایرانی دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے ہم وطنوں کو صورتِ حال سے آگاہ کر کے اسی غیر محفوظ مقام سے کود کر شہر میں داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے آن کی آن میں کچھ اور ایرانی بھی کود گئے۔ اور شہر کا دروازہ کوروش کے لیے کھول دیا گیا۔ پورا لشکر شہر میں داخل ہو گیا اور اب محصورین کے لیے ہتھیار ڈالنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔

کروشس شکست کی ذلت برداشت کرنے کی بجائے جلتے ہوئے الاؤ میں کود پڑا۔ کوروش کو معلوم ہوا تو اس نے فوراً آگ بجھا دینے کا حکم دیا۔ اور اس طرح کروشس کو نذرِ آتش ہونے سے بچا لیا گیا۔

سارڈ کی فتح کے بعد ایشیائے کوچک کے یونانی مقبوضات بھی کورش کے تسلط میں آ گئے۔ ان مقبوضات کی حکومت ہارپاگوس کے سپرد کر دی گئی اور سارڈ کا حکمران کورش نے اپنے ایک معتمد خاص پارسی تابال (Tabal) کو بنایا اور ہمدان واپس چلا گیا۔

ان فتوحات کے بعد کورش نے مشرق کا رخ کیا اور ۵۴۵ تا ۵۳۹ ق م میں بحیرۂ خزر اور ہند کے مابین بسنے والی اقوام سے جنگ میں مصروف رہا۔ اس عرصے میں اس نے بلخ، مرد، اسُغد اور دریائے سیحوں تک کا سب علاقہ مسخر کر لیا پھر سیستان اور مکران کو بھی اپنی مملکت میں شامل کیا۔

تسخیرِ بابل

بابل کو بخت نصر (Nebuchandnezzar) نے ایک عظیم سلطنت بنایا تھا۔ اب وہاں کا حکمران بخت نصر کا داماد نبونید تھا۔ یہ حکمران بابل کے کاہنوں کے زیر اثر تھا۔ اس کی زیادہ تر توجہ آثار قدیمہ کی طرف تھی۔ اس کی بڑی مصروفیت یہ تھی کہ کھدائی کرا کر قدیم معبدوں کے آثار نکلوائے اور یہ معلوم کرے کہ ان کی تعمیر کن بادشاہوں نے کرائی اور کب کرائی۔ اور پھر ان معبدوں کو از سرِ نو تعمیر کرائے۔ یہ شوق اسے مہلت نہ دیتا تھا کہ امور سلطنت کی طرف توجہ دے۔ اس لیے حکومت کی باگ ڈور اس نے اپنے بیٹے بالشزر (Balshazzar) کے ہاتھوں میں دے رکھی تھی۔

نبونید نے اُور، اُروُک اور اریدو نام کے دیوتاؤں کو بابل میں منگوا لیا تھا جس کی وجہ سے اکثر کاہن اس کے مخالف ہو گئے۔ ان کو یقین تھا کہ بابل کے دیوتاؤں کا خدا مردوک نبونید کی اس حرکت سے ناراض ہے۔ چنانچہ اب وہ اس کی تباہی کی پیش گوئیاں بھی کرنے لگے تھے۔

نبونید کو کورش کے تسلط کی وجہ سے اب تشویش لاحق تھی۔ چونکہ بابل کی تمام شاہراہوں کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا تھا، جن کے ذریعے دنیا بھر کی دولت بابل کے خزانوں

میں آتی رہتی تھی۔ ساتھ ہی اسے کوروش کے حملے کا اندیشہ بھی بے چین رکھتا تھا۔

کوروشِ اعظم ایسا بادشاہ اپنی ہمسائگی میں بابل کی طاقتور خودمختار حکومت کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ ۵۳۹ ق م میں بابل پر حملہ کرنے کی تیاریاں مکمل کر کے دجلہ کے کنارے کنارے آگے بڑھتا آیا۔ کوروش کو احساس تھا کہ بابل دفاعی لحاظ سے بہت مستحکم شہر ہے اس کے اردگرد بخت نصر کی بنائی ہوئی ناقابلِ تسخیر فصیل ہے۔ یہ فصیل ایران اور بابل کے مابین باہمی سرحد تھی۔ کوروش اگر سرزمین بابل میں پہنچنے کے لیے یہی راستہ اختیار کرتا تو اسے کافی عرصہ دیوار کے سائے میں انتظار کرنا پڑتا۔ دوسری طرف دریائے دجلہ حائل تھا جس کو عبور کرنا ممکن نہ تھا۔ آخر جب دجلہ میں پانی کم ہوگیا تو کوروش کے حکم سے دجلہ کا رخ موڑ دیا گیا اور اس طرف سے ایرانی لشکر سرزمین بابل میں داخل ہوگیا۔ شمالی طرف سے کوروش نے بابل کی مشہور چھاؤنی اپیس (Opis) پر حملہ کیا۔ جنوبی سمت میں کوروش کا جرنیل گبریاس (Gobryas) بڑھا جہاں نبونید خود لشکر لیے موجود تھا۔ گبریاس بابلی لشکر کو پسپا کر کے بلا روک ٹوک شہر بابل میں داخل ہوگیا۔ اور فتح یاب کوروش کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا۔ کوروش جب خود بابل میں داخل ہوا تو اہلِ بابل نے اسے نجات دہندہ سمجھ کر اس کے قدموں پر آنکھیں بچھائیں۔ کوروش نے فرمان صادر کیا کہ کسی قسم کی لوٹ مار نہ کی جائے اور معبدوں کا پورا پورا احترام کیا جائے۔ یہاں صرف یہ ناخوشگوار واقعہ پیش آیا کہ نبونید کے بیٹے بالشزر نے اطاعت سے منہ موڑا اس لیے گبریاس نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس فتح کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں کہ ایک مقدس شہر جس کے دیوتاؤں کے احکام دنیا بھر میں مانے جاتے تھے اور جس کے تمدن کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بجتے تھے، اتنی جلدی اور بغیر کسی مزاحمت کے غیر ملکی حکمران کے ہاتھ میں چلا گیا۔

یہودیوں کی تالیفِ قلوب

کچھ عرصہ پہلے ۵۸۶ ق م میں بخت نصر نے بیت المقدس کو فتح کر کے یہودیوں کے مشہور معبد سلیمان کو تباہ کیا تھا۔ اور یہودیوں کے بادشاہ اور اس کے خاندان کی تذلیل میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

اسی پر اکتفا نہ کی کہ وہ ہزار ہا خانماں برباد یہودیوں کو اسیر کرکے بابل لے آیا تھا، جو بابل کی فتح کے وقت بابل ہی میں مقیم تھے۔ ان کے روحانی پیشوا بشارت دیا کرتے تھے کہ خدا جلد ہی ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو قوم یہود کو اہلِ بابل کی اسیری سے نجات دلائے گا اور بہت جلد یہودی قوم اپنے گھروں کو واپس ہو جائے گی۔ آخر کورش نے انھیں نجات دلائی اور حکم دیا کہ جو یہودی اپنے وطن کو واپس جانا چاہیں انھیں نہ روکا جائے اور معبدِ سلیمان کو جسے بخت نصر نے تباہ کیا تھا خزانۂ حکومت سے از سرِ نو تعمیر کرا دیا جائے۔ سونے چاندی کے برتن جو مالِ غنیمت کے طور پر لائے گئے تھے لوٹا دیے جائیں۔ کورش کا یہ فرمان سن کر یہودی مرد و زن، آقا و غلام سب بیت المقدس چلے گئے۔ کورش کو جب یقین ہوگیا کہ بابل کے لوگ ایرانی حکومت کے وفادار رہیں گے تو گبریاس کو وہاں کی حکومت سونپ کر ایران واپس چلا گیا۔

کورش کی وفات

کورش کی زندگی کی آخری مہم کے متعلق کوئی مستند بات معلوم نہیں ہو سکی۔ سر پرسی سائیکس نے صرف اسی قدر لکھا ہے کہ وہ وسط ایشیا میں بغاوت فرو کرنے کے لیے گیا تھا لیکن اس مہم میں وہ ۵۲۹ ق م میں ہلاک ہو گیا۔

اس کی وفات کے متعلق متعدد روایات بیان کی گئی ہیں۔ سائیکس ہیرودوٹ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ کورش نے ماسا گیٹ (Massagetae) قبائل کی ملکہ تومیرس (Tomyris) کو اپنے حلقۂ زوجیت میں لانا چاہا لیکن اس نے اس عظیم فاتح کی خواہش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اس پر برافروختہ ہو کر اس نے تومیرس کے علاقے پر لشکر کشی کی۔ ملکہ کے ہراول دستے پسپا ہو گئے اور اس کا بیٹا جو ولی عہد تھا اسیر ہو گیا اور بالآخر اس نے خودکشی کر لی لیکن ملکہ نے ہمت نہ ہاری اور اس کی فوجوں نے ایک دوسرے میدانِ جنگ میں صف آرائی کرکے

(۱) ہسٹری آف پرشیا، حصہ اول، ص ۱۵۲

نہایت بے جگری سے کوروش کا مقابلہ کیا جس میں یہ فاتحِ عظیم ہلاک ہو گیا۔ اس کی لاش ۵۲۹ ق م میں پازارگد لائی گئی جہاں ابدی نیند سونے کے لیے اسے دفن کر دیا گیا۔ اس کا مقبرہ پازارگد کے نزدیک واقع ہے۔ یہ مقبرہ اب تک قائم ہے اور مشہد مادر سلیمان کے نام سے مشہور رہا ہے۔

ہخامنشی دور کے بانی کے خصائل

تاریخ قدیم میں کوروش اعظم کو بہت ممتاز درجہ حاصل ہے۔ وہ ان چند عظیم بادشاہوں میں سے تھا جنھیں دنیا کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ عہد قدیم و جدید کے مورخ اسے کوروش اعظم کے لقب سے خطاب کرتے ہیں اور اسے ہخامنشی دور کا بانی لکھتے ہیں۔ اس کی سلطنت دریائے سیحوں سے لے کر بحیرۂ احمر تک پھیلی ہوئی تھی۔ کوروش اعظم کی شہرت محض سلطنت کی وسعت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس کے خصائل کی وجہ سے تھی۔ اس کی سیاست ظلم وستم کی بجائے مہر و محبت پر مبنی تھی۔ اس سے پہلے آسور کے بادشاہ اپنی وحشت و بربریت پر ناز کیا کرتے تھے۔ وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ جس سلطنت پر انھوں نے فتح پائی اس کے آثار صفحۂ ہستی سے مٹا دیے۔ ہزاروں کی زبانیں حلق سے کھنچوا دیں، ہزاروں کے سر کٹوا کر ان کے مینار کھڑے کیے۔ ملکوں کو اس طرح زیر و زبر کیا کہ وہاں کسی حیوان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔ آسوری فاتحین حریفوں کے بچوں تک کو زندہ جلا دیتے تھے۔ بابل اور مصر کے بادشاہوں کا طریقِ کار بھی کچھ مختلف نہ تھا لیکن کوروش نے اس ظالمانہ سیاست کو پہلی مرتبہ بدلا۔ اس نے جس بادشاہ پر فتح پائی اسے قتل نہیں کیا اور نہ اس کے لواحقین کا خون بہایا۔ جس شہر کو مسخر کیا وہاں کے باشندوں کو امن و امان کی ضمانت دی۔ معبدوں کا ہمیشہ احترام کیا۔ مفتوح قوم کے جو معبد تباہ ہوئے انھیں از سرِ نو تعمیر کرایا۔ غاصب حکمرانوں نے مغلوب اقوام سے جو مال و متاع چھینا وہ کوروش اعظم نے انھیں لوٹا دیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے پانچ

---

(۱) داریوش اعظم سے پہلے یہ شہر ہخامنشی بادشاہوں کا پایۂ تخت تھا اب یہ شہر مشہد مرغاب کے نام سے موسوم ہے۔

ہزار چار سو چاندی سونے کے برتن بنی اسرائیل کو لوٹا ئے۔ اس نے لیڈیہ کے بادشاہ پر فتح پائی تو اسے قتل نہیں کیا۔ بنونید بادشاہِ بابل نے آگ میں کود کر خودکشی کرنی چاہی لیکن اسے زندہ نکلوا لیا گیا۔ یہاں[1] تک کہ جب اطاعت سے روگردانی کرنے کی وجہ سے بنونید کا بیٹا بالشزر گبریاس کے حکم سے قتل کیا گیا تو کوروش نے ایرانی لشکر اور دربار کو اس کا ماتم منانے کا حکم دیا۔

کوروش ماہر سیاستدان تھا۔ کروش پر اس نے جو فتح پائی اس کے سیاسی شعور کا ثبوت تھا۔ بابل پر اس کا حملہ اس کے حزم و احتیاط اور دور بینی کا شاہد ہے۔ بابل میں داخل ہونے کے لیے دریائے دجلہ کا رُخ موڑنا ایک فوق العادۃ کام تھا لیکن یہ بھی اس کے تدبر سے انجام پذیر ہوا۔ وہ فنونِ جنگ کا ماہر تھا۔ اس نے فوج میں وہ روح پیدا کر دی تھی جو بڑی سے بڑی مہم میں اس کا ساتھ نہ چھوڑتی تھی۔ کوتت گوبی نو[2] (Conte de Gobineau) اس بادشاہ کی تعریف میں لکھتا ہے کہ کوروش کی اس دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ ایک مسیح تھا، ایک جوانمرد تھا اور دوسروں پر برتری حاصل کرنا اس کا مقدر تھا۔

---

(۱) ایران باستان مصنفہ حسن پیرنیا جلد اول ص ۴۷۶

(۲) ایران باستان ص ۴۷۷